

غالب دیباچہ غزلال

ترجمہ مع اردو کلام

دشاد کلانچوی



سرکاری لائبریری



خالدیان غزلان

منظوم ترجمہ ، دشاو کلا پنوی

جملہ حقوق دالمی بحق مصنف محفوظ

ناشر : بشیر احمد چودھری ڈائریکٹر
مکتبہ میری لائبریری - لاہور ۲

طابع : مکتبہ جدید پریس لاہور

بار اول : ۱۹۶۹ء

غالب دیاں غزلاں

منظوم ترجمہ

پروفیسر دشا دکلانچوی

میری لائبریری — لاہور

غالب کی صد سالہ برسی پُرمیری لائبریری کی پیشکش

دیوان غالب اُردو (آفٹ جباحت) ہوشی لاہوری کے تلفظ واسرا کے مطابق
مروج متن کو حسرت موہانی کے انتخاب، حذیفہ رائے و عبدالرحمن چغتائی کی تصاویر
کی نشاندہی، ناقدین کی آراء کو مختلف عنوانوں کے تحت جمع کر کے بہترین کھائی کے ساتھ۔

میری لائبریری میں ۲/۲۵ سفید کاغذ جلد - ۵/-

مفہوم غالب : غالب کو سمجھنے کی کوشش باریبار ہو چکی، نواب احسن علی خاں آفٹ
میں پور کی مفہوم غالب تک رسائی کو غالب شناساؤں نے ایک کامیاب ترین کوشش
مانا ہے۔ مقدمہ از حبشہ اس لئے رحمان، پیش لفظ از سید وزیر الحسن عابدی۔

آفٹ جباحت میری لائبریری میں - ۹/- جلد سفید کاغذ - ۱۵/-

کلیات غالب فارسی (غزلیات) : سید وزیر الحسن عابدی جو غالب شناسوں
کی نظر میں غالب پر استناد و اقتدار کی ہیں۔ تاریخی تدوین کلام غالب اور تحقیقی و
استقادی اسلوب میں مرتب کیا ہے۔ یہ ایک کتاب کئی کتابوں پر مشتمل ہے کہ فارغین
مرتب کی دیدہ و بہزی اور ذرعت نگاہی کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ - ۲۰/-

بڑی قیطع ۲۰x۲۶ تقریباً چھ سو صفحات میری لائبریری میں - ۹/- جلد سفید کاغذ

انتخاب غالب : غالب کے خود نوشت سوانح، مع قلمی تصویر

لائق تحفہ - عمدہ کاغذ - ملکی جلاک جباحت - ۵۰/-

غالب دیاں غزلاں : اُردو کلام کا منظوم پنجابی ترجمہ مع متن جناب

شہاب دہلوی کے مقدمہ کے ساتھ۔ مترجم پرنسپل و لٹاڈ کلاپنوی، آفٹ جباحت

بہترین کتابت میری لائبریری میں ۱/۷۵ سفید کاغذ - ۲/-

اپنی مادرِ مرحومہ کے نام

جن کے طفیل سرائیکی بھادپوری میری مادری زبان بھڑی

ترتیب

مقدمہ ، ۹

پیش لفظ ، ۱۵

اشارات خواندگی ، ۲۱

۱۔ نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا ، ۲۵

۲۔ یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار سوتا ، ۲۷

۳۔ پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا ، ۳۰

۴۔ ذکر اس پر می و ش کا اور پھر بیاں اپنا ، ۳۳

۵۔ حسن غزلے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد ، ۳۶

۶۔ آہ کو چاہئے اک مژاثر ہونے تک ، ۳۹

۷۔ کی دفا اس نے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں ، ۴۱

- ۸۔ حیراں ہوں دل کو روووں کہ پیڑوں جگر کو میں ، ۴۴
- ۹۔ دیوانگی سے دوش پر زنا رہی نہیں ، ۴۵
- ۱۰۔ دل ہی تو ہے نہ سنگے خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں ، ۵۰
- ۱۱۔ دھرتا ہوں جب میں پیٹنے کو اس سیم تن کے پانٹ ، ۵۳
- ۱۲۔ درد سے میرے ہے تجھ کو بیقاری ہائے ہائے ، ۵۶
- ۱۳۔ عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی ، ۶۰
- ۱۴۔ تسکیں کو ہم نہ روئیں جو ذوق نظر ہے ، ۶۳
- ۱۵۔ دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے ، ۶۵
- ۱۶۔ پھر کچھ دل کو اک بیقاری ہے ، ۶۸
- ۱۷۔ نکتہ چیں ہے غم دل افس منائے نہ بنے ، ۷۲
- ۱۸۔ باز بچہ اطفال ہے دنیا میرے آگے ، ۷۵
- ۱۹۔ ابنِ مریم ہوا کرے کوٹ ، ۷۹
- ۲۰۔ بہت سی غم گیتی ، شراب کم کیا ہے ، ۸۲
- ۲۱۔ ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے ، ۸۳
- ۲۲۔ منظور رہی یہ شکل تجلی کو نور کی ، ۸۷
- ۲۳۔ غم کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے ، ۹۰
- ۲۴۔ کیوں جل گیا نہ تابِ رخ یار دیکھ کر ، ۹۳

مقدمہ

علاقائی زبانوں کے ادب پاروں کو پاکستان کی قومی زبان اردو میں منتقل کرنے کی رسم تو عام ہو چکی ہے، لیکن اردو ادب کے شہ پاروں کو کسی علاقائی زبان میں منتقل کرنے کی ابتداء غالباً پروفیسر دلشا وکلا پنچوی صاحب نے کی ہے۔ یہ اقدام اس اعتبار سے نہایت مفید ہے کہ اس طرح غیر اردو واں طبقہ کو جہاں اردو ادب کی نگارشات سے بالواسطہ مستفید ہونے کا موقع ملے گا وہاں یہ استفادہ انہیں اس بات پر اکسنے کا بھی موجب ہو گا کہ وہ بلاد واسطہ اردو ادب کے مطالعہ کی کوشش کریں۔

پروفیسر دلشا و صاحب ان لوگوں میں سے ہیں جو علاقائی زبانوں کی ترقی و فروغ کے زبردست حامی ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی قومی زبان اردو کی ہمدرد و ہمہ دین عاقادیت و عظمت کے بھی قائل ہیں۔ انہیں اپنی ماوری زبان ہما و پور

ملتان سے بے حد محبت ہے۔ وہ اپنے علاقے کے بانیوں سے بھی بہت پیار کرتے ہیں۔ ان کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد اور ان کے آرام و راحت کو اپنا آرام و راحت سمجھتے ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ ان کے ہم وطن نکل و نعل کی ان تمام نعمتوں سے مالا مال ہو جائیں جو کسی بھی خوش قسمت خطے کے رہنے والوں کو میسر نہیں۔ وہ اپنی خوشی میں بھی اپنے ہم وطنوں کو شریک کرنا چاہتے ہیں اور ان کی یہ نیت ہے کہ انہیں غیر زبانوں سے روحانی سکون کا جو سامان میسر آیا ہے وہ اپنے ہم وطنوں کو بھی پہنچا دیں۔ چنانچہ غالب کی اردو غزلوں کو جو نکل و نعل کا اعلیٰ نمونہ ہیں اور جنہوں نے دلنوا صاحب کے شہر خیال کو پرواز کی طاقت بخشی ہے۔ بہاؤ پوری ملتان کی زبان میں منتقل کرنے کی سب سے بڑی تحریک یہی ہے کہ وہ اردو غزل کی اعلیٰ اقدار سے ان لوگوں کو محفوظ و مستفید کرنا چاہتے ہیں جن کے لئے اردو زبان اجنبی نہیں تو اپنے نکات و معارف کے اعتبار سے سرسبز الفہم بھی نہیں ہے۔

ترجمے کا فن خاصا دشوار گزار ہے اور بالخصوص جب کسی ایک زبان کے اشعار کو کسی دوسری زبان میں اشعار کی صورت میں ڈھالنا ہو تو یہ دشوار گزار راستہ اور بھی کشمکش ہو جاتا ہے۔ دراصل اس سلسلہ میں منزل رسی کی سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ مترجم بیک وقت دونوں زبانوں پر قدرت رکھتا ہو۔ یعنی اس زبان کی لطافت اور اسرار و رموز سے بھی پوری طرح آگاہ ہو جس کے اشعار کا ترجمہ کرنا اسے مقصود ہے اور وہ زبان بھی اس کے ماہرانہ تصرف کی متحمل ہو جس میں ان اشعار کا ترجمہ

کرنے کی ضرورت لاحق ہے۔ ایک اور بات جو منظم تراجم کی کامیابی کے لئے بڑی اہمیت کی حامل ہے وہ مترجم کا اعلیٰ ذوق شعری ہے۔ اگر مترجم خود اچھا شاعر نہیں یا کسی مضمون شعر کو قاورانہ انداز میں نظم کرنے کی اس میں صلاحیت نہیں تو وہ ترجمہ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

پروفیسر دلشاد کلا پنجوی جہاں اُردو زبان کے ایک اچھے ادیب اور شاعر ہیں دہاں ملتان بھاو پوری زبان ان کے گھر کی لونڈی ہے۔ وہ جس بے تکلفی کے ساتھ اپنی زبان میں شعر کہہ سکتے ہیں اسی روانی اور آسانی کے ساتھ اپنے خیالات کو اُردو شعر کا ہامہ پہنانے کی بھی ان میں پوری صلاحیت ہے۔ یوں بھی بقول دلشاد صاحب ملتان بھاو پوری زبان اُردو سے بہت قریب ہے۔ عربی فارسی الفاظ کثرت سے مشترک طور پر دونوں زبانوں میں ملتے ہیں۔ افعال و مصادر میں بھی کوئی زیادہ فرق نہیں۔ بہر الفاظ دیگر اُردو کے کسی بھی فقرے کو اگر ملتان بھاو پوری لب لہجہ میں ادا کر دیا جائے تو وہ ملتان بھاو پوری زبان کا فقرہ بن جاتا ہے۔

دلشاد صاحب نے دونوں زبانوں کی اسی ہم آہنگی سے فائدہ اٹھا کر غالب کی اُردو غزلیات کو ملتان بھاو پوری نظم کا لباس پہنایا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ایک زبان دوسری زبان سے مستقلہ الفاظ کے اشتراک یا کسی اور خوبی کے باعث کتنی ہی مماثلت کیوں نہ رکھتی ہو، جب تک ثقافتی اور تہذیبی

اقتباس سے ان میں ہم آہنگی اور یکسانیت نہ ہو۔ ان کا بامہدگر بعد اور فاصلہ باقی رہتا ہے۔ ویسے بھی اردو کا اپنا مزاج ہے۔ اس کی شاعری ایک خاص تمدن کی ترجمانی کرتی ہے۔ استعارات و تشبیہات میں بھی اگرچہ فارسی کے اثرات غالب ہیں لیکن ان میں گرد و پیش کے عوامل کو خاصا دخل ہے۔ پھر غزلیات غالب جو اردو شاعری کا سب سے زیادہ گراں قدر سرمایہ ہے اور اپنی معنی آفرینی، ہمدست نگہ اور طرزِ ادا کی وجہ سے متواتر و مسلسل شارحین کا تحفہٴ مشق بنتا چلا آ رہا ہے اور پھر بھی بقول غالب ۔

آنگہی دام شنیدن میں قدر چاہے بچائے
مردعا محققا ہے اپنے عالمِ تستدیر کا

اسے معانی و مطالب، سوز و گداز اور لطافت و نزاکت کی جملہ خوبیوں کو قائم رکھتے ہوئے ملتان کی بہا و پوری زبان میں منتقل کرنا دشوار تر ہے۔ دلشاد صاحب نے غالباً معاملے کی اسی نزاکت کے پیشِ نظر ترجمے میں یہ اہتمام کیا ہے کہ اصل غزلیات کے اوزان و بحر اور ردیف و قوافی کو جوں کا توں برقرار رکھا ہے۔ فارسی اور عربی الفاظ جو مشترکہ طور پر دونوں زبانوں میں مستعمل ہیں۔ انہیں بھی ملتان کی بہا و پوری میں منتقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ صرف اسماء، افعال اور صفات وغیرہ میں رد و بدل کیا ہے۔ مثلاً 'کا' کی بجائے 'وا'۔ 'کی' کی بجائے 'وی'۔ 'ہوتا' کی بجائے 'ہو ندا'۔

سبک کی بجائے تینیں، آگے کی بجائے آگوں، بہت کی بجائے ہوں، وغیرہ وغیرہ۔

ترجمے کی اس تکنیک نے نہ صرف اشعارِ غالب کی معنویت میں خلل پڑنے کے امکانات کو کبیر خارج کر دیا ہے بلکہ ترجمہ میں اصل اشعار کی حسن و خوبی بھی قائم رہی ہے۔ چند شعر ملاحظہ ہوں :

غالب : آتش پرست کہتے ہیں اہل جہاں مجھے
سرگرم نالہ ہائے شہر بار دیکھ کر
ترجمہ : آتش پرست آہستے ہن لوکی جہاں سے
آہیں تے میڈیاں زاریاں سے انگار ٹیکتے

غالب : آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے
کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں
ترجمہ : آپریں دل دی پریشانی انہاں کوں لچ تہاں
آکھدے پیسے پراو دیکھو جو کیا آہستے ہن

غالب : ہم نے مانا کہ نصف نفل نہ کر دے لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر پہنچے تک

ترجمہ : اہاں فیا چو وسارا نہ کریں ول دی
محوڑی دیوں اہاں تیکوں خبر بو تر تیش

غالب : کوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا
ترجمہ : اکھاں میں تاں کیوں اکھاں دکھی رات تک بلا ہے
نہ مر تر میکوں برا بلا جو ایہ ہکتی وار ہوندا

تراجم میں اگرچہ غالب کا لبِ لبیب قائم نہیں رہا لیکن بہاولپوری غلانی
شاعری کا آہنگ اس خوبصورتی سے استوار ہو گیا ہے کہ بعض جگہ ان پر اصیت
کا دھوکہ ہوتا ہے اور پڑھنے والا اشعار کی داخلی کیفیات و حیات سے متاثر ہو
بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھے امید ہے کہ یہ منظوم تراجم مقبول ہوں گے اور رشاد صاحب
غالب کی بقیہ غزلوں کو بھی غلانی بہاولپوری کا جامہ پہنا کر اس علاقے کے بچے
والوں کے لئے مزید دلچسپی اور استفادے کا سامان فراہم کریں گے۔

مسعود حسن شہاب

بہاولپور

پیش لفظ

یہ ایک سلسلہ امر ہے کہ کسی زبان کے شعر کو نشر میں ڈھالنے سے اس کی روح کافی حد تک بھڑج ہو جاتی ہے۔ خصوصاً نثری قلم میں آجانے پر اس کا جمالیاتی تاثر تو بالکل ختم ہو کے رہ جاتا ہے کیونکہ نثری لہجے میں اس کے لوازمات اور کہن کی گھن گرج دب جاتی ہے، اس کے الفاظ و تراکیب کا بناؤ سنگھار گہڑ جاتا ہے اور اس کی علامات و کیفیات کا رکھ رکھاؤ قائم نہیں رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے مفاہیم و مطالب کا جوش و خروش بھی دھبھا پڑ جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ آسمان سے کسی ستارہ کو اتار کر زمین پر رکھ دیا گیا ہے۔ ویسے ہی آسمان شعر اور زمین نثر کا فرق کیسے نظر نہیں آتا۔

چنانچہ کچھ یہی سبب ہے کہ شعری روح و جمال کے تحفظ کے طور پر ایک زبان کے شعر کو دوسری زبان کے شعر میں ہی ڈھالنے پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بڑے بڑے فنکاروں نے اس میدان میں اپنی اپنی جولانیاں خوب دکھائی ہیں، مگر اصل کو پہنچنا ہر ایک کے بس میں نہ تھا، اور ہر کوئی پہنچے بھی کیسے جبکہ ہر زبان کا اب و اجہ، لہجہ اور جذب و کیفیت الگ الگ ہے۔ یوں ہونے کو منظوم تراجم کے دفتر موجود ہیں اور ان میں بعض کو عالمگیر شہرت بھی حاصل ہے۔ لیکن ان کی یہ شہرت ترجمہ کی کامیابی کی توثیق نہیں۔ ایسے شہ پارے تو محض اس لئے مشہور ہیں کہ وہ بھائے خود مترجم کی تخلیق مکر رہیں، نہ ترجمہ ہیں، نہ کامیاب ترجمہ! فارسی سے انگریزی میں اس قسم کے شعری ترجمہ کی واضح مثال فخر جیر اللہ کے وہ انگریزی اشعار ہیں، جو عمر خیام کی رباعیات کا چر بہ ہیں۔ جس فلسفہ و خیال کو عمر خیام نے فارسی کا شعری لباس پہنایا تھا، فخر جیر اللہ نے انھیں انگریزی کا پوٹینک سوٹ پہنا دیا ہے اور بس! کچھ یہی وجہ ہے کہ نقادان ادب اسے ترجمہء کامل کی بجائے محض تخلیق مکر کا درجہ دیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ اسے فخر جیر اللہ کا کرشمہ کہتے ہیں ترجمہ نہیں! کچھ یہی صورت انگریزی سے اردو منظوم ترجموں کی بھی ہے۔ یہ بھی کامیاب تراجم کم اور مترجم کی تخلیقات مکر زیادہ ہیں۔ بات یہ ہے کہ غیر زبان کے شعری حسن و تاثیر کو ترجمہ میں قائم کر دکھانا بڑی ہنرمندی ہے اور ایسے ہنرمند فنکار انگلیوں پر گھنے جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں کی علاقائی زبانوں کے شہ پاروں کو اردو نظم میں منتقل کرنے

کی ایک نم جاری ہے اور اس میں کامیاب تجربے بھی کئے جا رہے ہیں لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ منظوم تراجم کے سلسلے میں میں نے جو راستہ نکالا ہے وہ کچھ اٹا ہے اور میرے لئے شاہدِ اصل اور مفید بھی! غزلیاتِ غائب کے اصل نگار کو قائم رکھنے کی کوشش اور وہ بھی ایک ایسی زبان میں جسے علم و ادب میں کم دسترس ہے۔ پہلی کوشش ہی نہیں ایک کھن مرحلہ بھی ہے۔ نئی زبان کون نہیں ڈھونڈتا، تجربے کون نہیں کرتا۔ تجربہ میں نے بھی کیا ہے یہ کہاں تک کامیاب، نتیجہ خیز اور پائیدار ہوگا، یہ مروجہ وقت اور ذوقِ سلیم پر چھوڑنا ہوں۔

میں نے غزلیاتِ غائب کے ملاتی بہاؤ پوری ترجمہ میں جو تکلیف برتی ہے وہ کوئی نرالی نہیں تو تخلیقِ مکرر کی سی بھی نہیں۔ اگر کوئی کسر رہ گئی ہے، تو وہ دوسروں کے لئے گنجائش کا سبب ہوگی یا رانِ نکتہ دان کے لئے صلاح عام میں قباحات نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے ان غزلیات کے اصل متن اور ترجمہ کے داخل اور خارجی پہلوؤں میں یک رنگی و یکسانی قائم رکھنے کی کافی کوشش کی ہے اور بعض مقامات پر لغزشیں بھی کھائی ہیں اور شاید بُری طرح سے بھی! مگر منزل پر نظر رکھنے والے انھیں درخورِ اعتناء نہ سمجھیں تو یہ ایک فطری امر ہے۔

خارجی امور میں میں نے اپنے منظوم تراجم میں اصل غزلیات کے اوزان

بحر ہی اپنائے ہیں۔ غنائی، بہاد پوری نظم کے لئے یہ اجنبی چیز سی، بہر حال مجھے اپنے اس عمل سے اصل غزل کی ظاہری قدر و منزلت اور شوکت و طاقت برقرار رکھنے میں بڑی مدد ملی ہے۔ روایت و قوافی کا معاملہ بھی اسی طور ہے۔ حتی المقدور وہی روایت جوڑی ہے اور وہی قوافی برتے ہیں۔ درحقیقت یہ میری خوش قسمتی ہے کہ غزلیات غالب کو جس زبان میں منظم کر رہا ہوں وہ قدیم اردو کے کافی ملتی جلتی ہے اور موجودہ سے بھی، اسماء، افعال، صفات، محروف نمک میں ہم رنگی و ہم آہنگی کے امکانات موجود ہیں۔ اردو کی طرح اس کا دامن بھی فارسی اور عربی الفاظ کی گل چینی سے بھر پور ہے۔ کچھ انہی باتوں سے اصل اور ترجمہ میں ایک بات پیدا ہو گئی ہے اور یہ اس لحاظ سے مفید مطلب بھی ہے۔ وہ یوں کہ غنائی، بہاد پوری سے نا آشنا اردو خواں حضرات اس زبان کی اجنبیت بھی محسوس نہیں کریں گے اور اگر چاہیں تو اسے سیکھنے اور سمجھنے میں ان تراجم سے استفادہ بھی کر سکیں گے علاوہ ازیں ان دونوں زبانوں کی لسانی ہم آہنگی کا احساس و ادراک بھی ثقافتی تعلقات کے استوار کرنے میں مدد معاون ہو گا۔ بہر حال میری یہ کوشش ان دونوں زبانوں کو قریب تر کر دینا کی سی ہے۔

اس بڑے دعوے کے باوجود مجھے کئی مقامات پر اپنی بے بسا ملتی کا احساس بھی ہوتا ہے۔ ایسے مقامات پر اہل زبان کے لئے اعتراضات کی

گہنائش بھی موجود ہے، ناقدرین کے لئے فلم اُٹھانے کے مواقع بھی بہم ہیں اور اگر سمجھیں تو شعراء اور ادبا کے لئے مجھ سے آگے بڑھ نکلنے کی ترغیبِ تحریریں کا سامان بھی مہیا ہے۔ مثلاً ترجمہ کی زبان میں اردو کے مترادفات ملتے جلتے لیکن فنی مجبوریوں کی بنا پر ان سے گریز کرتا پڑا۔ اہل زبان کو میری اس جرات پر حیرت ضرور ہوگی اور شاید وہ اسے میری سہل نگاری پر بھی غموں کو بیٹھیں۔ مگر میں اپنے طور پر مجبور و پابند تھا اور بس! یہی صورتِ حال رویوں اور قافیوں کی ہے۔ اگرچہ میں نے 'کا' کی بجائے 'وا'، 'کی' کی بجائے 'موسیٰ'، 'ہوتا' کی بجائے 'ہو نہا'، 'بیک' کی بجائے 'تینیں'، 'آگے' کی بجائے 'اگوں'، 'پانو' کی بجائے 'پیر'، 'بست' کی بجائے 'بہوں'، 'دیکھ کر' کی بجائے 'دیکھتے' وغیرہ ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ پھر بھی ان میں ایک صوتی تاثر ضرور موجود ہے جو ساز و آہنگ کے لئے کوئی غلط فہمی و اختلا پیدا نہ ہونے دے گا۔ ان خارجی اور صوری باتوں میں مجھے اس امر کا بھی اعترا ہے کہ بعض مقامات پر مجھے فارسی تراکیب کو بعینہ قائم رکھنا پڑ گیا ہے جو فنی ترجمہ میں ایک عیب ہے کم نہیں!

جہاں تک غالب کے اشعار کی داخلی کیفیات و حسیات کا تعلق ہے وہ سب پر واضح ہے کہ جس کے 'عالمِ تقریر' کا مدعا ہی 'حفا' ہو تو اس کے لئے میری آگہی کتنا مقامِ شہیدانِ بچھاتی کا میا بی مشکوک حتیٰ لہذا میں نے اس

منطلاح میدان سے بچنے کے لئے محض عمومی کیفیات و جذبات کو گرفت میں رکھنے کی کوشش کی ہے اور انہی کو ترجمہ میں منتقل کیا ہے۔ اسی طرح غزل کی منہم موزونیت کو پوری احتیاط سے بحال رکھنے کے باوجود کلمات کا وہ لب لہجہ بھی برقرار نہیں رکھا جاسکا۔ جو شاعر کے نطق سے ادا ہوا ہے اور جس کے نہ ہونے سے شعر کے مجروح ہونے کا احتمال یقینی امر ہے۔ تیسری بات اردو شاعری کی علامات اور وہ بھی غالب کی علامات ہیں۔ ان سے پشٹا کم از کم میر نے لے تو خازنار سے کم نہ تھا۔ اس لئے سلامتی کا راستہ اختیار کیا ہے۔ ان معروفات کا خلاصہ اتنا ہے کہ غزلیات غالب کی خارجی اور داخلی پہلوؤں کو اور ان کی علاماتی اور غیر علاماتی کیفیات و حسیات کو ملاتی بہا و پوری میں منتقل کرنے کی میری یہ ادنیٰ کوشش نقشب اول سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف !

دلشاد کلا پنجمی

اشاراتِ خواندگی

مقامی بہاد پوری زبان کی خواندگی کے لئے مندرجہ ذیل امور کا پیش نظر رکھنا یا عیشِ سہولت ہوگا۔

۱۔ نونِ غنّہ کا استعمال اس زبان میں عام ہے۔ یہ زائد نونِ غنّہ اس زبان کا خاص لہجہ و آہنگ ہے۔ خصوصاً اگر کسی لفظ کے آخر میں الف آئے تو اس کے بعد نونِ غنّہ پایا جاتا ہے۔ یا کم از کم اس کا شبہ ضرور پایا جاتا ہے۔ مثلاً دُنیا سے دُنیاں، لیلہ سے لیلیاں، تاکہ سے تان کر اس کے علاوہ ویسے بھی الفاظ میں نونِ غنّہ بکثرت ملحوظ ہے۔ مثلاً اُو سے اُون، کو سے کوُن، یا دوسرے الفاظ میں جیسے ٹیکوُن (تجے)، میکوُن (مجھے)، ساکوُن (ہیں)، کیتند کس کا (پیندا (پیننا) ہوتندا (ہوتا) وغیرہ، غرضیکہ خواندگی کے دوران نونِ غنّہ کا استعمال اس

زبان کے خاص بے لہجہ کا منظر ہے۔ اسے اپنا بے بغیر زبان کا لہجہ حاصل نہیں ہوتا۔

ب۔ اس زبان کا دوسرا امتیازی نشان 'ٹڑ' کا استعمال ہے جو بندی میں بھی مروج ہے۔ یہ نون کی بجائے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً بعض مصادر کی نشانی کے طور پر یوں استعمال ہوتا ہے۔ آنا کا مترادف آؤن (فارسی آئندہ) ہے۔ جسے آؤٹڑ ہلا جاتا ہے۔ کھانا سے کھاؤن = کھاؤٹڑ، سونا سے سوؤن = سوؤٹڑ۔ اسی طرح اگر کسی لفظ میں نون موجود ہے اور نون کے آخر میں العت ہے۔ تو نون 'ٹڑ' میں بدل جائے گا۔ اور مندرجہ بالا قاعدہ کے تحت آخر میں نون غنہ زائد بھی استعمال ہوگا مثلاً پھرنا سے پھرٹڑا = پھرٹڑاں، اپنا سے اپٹڑا = اپٹڑاں۔ یہی حال آخر کے نون اور ہائے ہوز کا ہے۔ مثلاً دانہ سے دانٹڑ = دانٹڑاں یا نون کے آخر میں 'می' ہو تو بھی 'ٹڑ' 'می' اور آخر میں زائد نون غنہ آئے گا۔ مثلاً پانی سے پانٹڑی = پانٹڑیں، اپنی سے اپٹڑی = اپٹڑیں وغیرہ۔ اوپر کے دونوں قاعدوں میں بیان کئے گئے نون غنہ اور نون سالم (ٹڑ) کا استعمال اس زبان کے صحیح تلفظ اور لہجے کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ اہل ذوق ضرور توجہ دیں۔

ج۔ اس زبان کی تیسری منفرد خصوصیت اس کے مخصوص حروفِ بجا ہیں۔

ممتانی، بہادپوری زبان کی صحیح خواندگی یا ادائیگی کے سلسلے میں ان کی شناخت اور صحیح مخرج کا جاننا نہایت اہم مرحلہ ہے۔ یہ مرحلہ اہل زبان سے ان حروف کو بولتا سُن کر یا سیکھ کر ملے کرنے میں ہی آسانی ہے۔ ویسے بھی یہ حروف ماحول و مقام کے اثرات کا منظر ہیں۔ اس لئے ان کی ادائیگی میں کافی ریاضت کرنا پڑے گی، اور اس ریاضت کے بغیر اس زبان کے لہجہ کو اپنانا نہایت مشکل بھی ہے۔ درحقیقت انہی مخصوص حروفِ بجا کے صحیح تلفظ سے ہی کسی اہل زبان اور غیر اہل زبان میں امتیاز کیا جاسکتا ہے۔ یہ حروف مندرجہ ذیل ہیں :-

(۱) پ، دراصل یہ حرف ب ہی ہے، لیکن اس کا لہجہ دھیمہ اور ہلکا رواں ہے اور یہ ب سے علاوہ ہے۔ باہمی امتیاز کے لئے میں نے اسے نقطہ کی بجائے گول نشان (o) دیا ہے۔ اس فرق سے بے اعتنائی برتنے سے لفظ کے معنی تک بدل جاتے ہیں مثلاً بال = بال (یعنی گیند)، پال = بال (یعنی بچہ)۔ اس مخصوص پ کی مثالیں یہ ہیں۔ پکری = بکری، پتی = پتی، پچہ = بچہ، نیز بعض لفظوں میں پ استعمال نہیں ہوتا۔ مثلاً بلا = بَلا، بُرا = بُرا وغیرہ۔

(۲) رچ، دراصل یہ حرف رچ ہی ہے لیکن لہجہ کے لحاظ سے جیم سے الگ حرف ہے۔ ان دو قسم کے جیموں میں بھی امتیاز ضروری ہے کیونکہ

دونوں کے الگ الگ استعمال سے معنی میں فرق ہوتا ہے۔ مثلاً 'جالا' کے معنی ہیں۔ کسی دیوار میں کھود دی یا بنی ہوئی ایسی جگہ جہاں کوئی چیز رکھی جائے اور جالا بمعنی جالا (ارڈو) کے ہے۔ جیم کی دوسری مثالیں ملتانی بہاؤ پوری اور اردو تلفظ کی یہ ہیں :- جال = جال ، جم = جم ، سج = سج = سج = سج ۔

(۳) تو ، یہ نیا حرف ڈکا سا ہے مگر الگ اور ملکی آواز سے ، یہ مخصوص حرف کافی ریاضت طلب ہے ۔ اس کی مثالیں یہ ہیں : ڈور = ڈور ، ڈاک = ڈاک ، ڈول = ڈول ۔ یہ الفاظ اہل زبان کی زبان سے بغور نہیں اور اچنائیں ۔

(۴) گٹ ، یہ حرف گ سے ملکی آواز کا ہے اور گ سے علیحدہ حیثیت کا ، لک ہے ۔ جٹکل ، منگل ، گانوں وغیرہ میں نہیں ۔ لیکن گوری (یعنی گوری) ، گٹی (یعنی گلی) ، گٹاں (یعنی گٹا) میں موجود ہے ۔

ان حروف کا استعمال نمایاں طور پر اس کتاب میں لکھا یا گیا ہے ۔ ایسے مقامات پر مندرجہ بالا اشارات کو ضرور مرقہ نظر رکھیے ۔



غالب کی آخری تصویر

اکبر فریدی ، ایم - اے

عمل :

زندگی کے آخری ایام میں غالب ملتانى دستار باندھتے تھے ، جو انہیں لاہور سے بلدیہی گئی تھی ۔ انکی کلاہ یا پاخ کو کیڑا لگ گیا تھا ۔



نقش فریادی ہے کیسندی شوخی تحریرِ دا
 نقش فریادی ہے کسی شوخی تحریرِ کا
 کاغذی چوٹے دے دچ کیوں تن ہے ہر تصویرِ دا
 کاغذی ہے پیراہن ہر پسلی تصویرِ کا
 دکھڑے کڈھ کڈھتے نہ بچھ توں کھلے جیوڑے میٹے
 کا دکا و سخت جانی ہائے تنہائی نہ پوچھ
 شام توں دھمکی کوڑٹا لاکھنڑ ہے کھیسرِ دا
 برج کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا
 شوق دی بے اختیاری کوں ہے کیا بک فیکھتاں
 جذبہ بے اختیار شوق دیکھ چاہئے !
 سینے توں شیرے باہر ہے دم شیرِ دا
 سینہ شیرے باہر ہے دم شیر کا

گاڑی سُتر نڑوی پیا لاوے عقل جتنی چھے
 آگئی دایم شنیدن جس قدر چاہے بچائے
 کچھتی مطلب والا پیسی ساؤی نہ تفتیر دا
 مدعا عفت ہے اپنے عالم تفتیر کا
 اتنی ہے غالب، امیری وچ وی بھا پیراں تلے
 بس کہ ہوں غالب، امیری میں بھی آتش زیر پا
 وال سڑیے وانگ ہے کترا میڈی زنجیر دا
 موئے آتش دیدہ ہے حلقہ میری زنجیر کا



ایہ نہ ہئی اُساڈی قسمت جو وصال یار ہوندا
یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصال یار ہوتا

جو بیاوی جیندے رہنے لے ابو منتظ رہوندا
اگر اور جیتے رہتے یہی منتظ رہوتا

تیز دے دے تے ہیں جیندے تاں ایہ جانی کوڑ بھی
ترے دے پر جئے ہم ، تو یہ جاں بھوٹ جانا

ایں خوشی توں مر نہ دیندے جو کچھ اعتبار ہوندا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تیزی ناز کی توں مجھم کہ ہا قول تیدا کچا
نیری ناز کی سے جانا کہ بندھا تھا قول بودا

نہ ترور ایتویں گدا، جو ایہہ پکی تار ہوندا
کھم، تو نہ توڑ سکتا ، اگر استوار ہوتا

کوئی میڈے دل توں پچھے تیرے تیرا دھپے کوں
کوئی میرے دل سے پارے تیرے تیریم کش کو

ایں یوں چھیدا ایہ نہ رہندا جو جگر دے پار ہوتا
یہ غمش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

ایہ انوکھی دوستی ہے جو ہنرے میں دوست ناصح
یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح

کوئی چاکر سیندا چارہ، کوئی غلگاہ ہوتا
کوئی چارہ سدا ہوتا کوئی غلگاہ ہوتا

رگ سنگ توں جو دو گدا، تاں اہو ایہ دل نہ کھڑا
رگ سنگ سے چلتا وہ ہو کہ پھر نہ تھکتا

جیکوں غم مجھ دے پتے ہوا ایہ جو کوئی چنگار ہوتا
جسے غم مجھ رہے ہو یہ اگر شہار ہوتا

ایو دکھ تاں جان گھنسی، ایو دل تاں بچ نینہ سنگدے
غم اگرچہ جاں گل ہے پر کہاں نہیں کہ دل ہے

ہوندا عشق وا جو دکھ نہ، دکھ روزگار ہوتا
غم عشق گر نہ ہوتا، غم روزگار ہوتا

آکھاں میں تاں کیوں آکھاں ڈکھی ات بہت ملھے ۔
 کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شبِ غم بڑی بڑ ہے

نہ مر نہ میسکوں بُرا با ، جو ایسہ ہکی وار ہوندا
 مجھے کیا بُرا غم مرنا اگر ایک بار ہوتا

یقینم مرتے دی جو رسوا ، یقینم کیوں نہ غرق دریا
 ہونے مر کے ہم جو رسوا ہونے کیوں نہ غرق دریا

نہ کذا ہیں پچوڑا مُردہ ، نہ کوئی مزار ہوندا
 نہ کبھی جنازہ اٹھتا ، نہ کہیں مزار ہوتا

اُو کوں دیکھ کون سگدا ، جب ہے بہت بہت تھے دکھرا
 اسے کون دیکھ سکتا ، کہ یگانہ ہے وہ یکتا

جو بیٹے دی بودی ہوندی تاں طنز و چار ہوندا
 جو دونی کہ بر بھی ہوئی تو کہیں دو چار ہوتا

ایکھے مسلے ایہہ تصوف تیزا ایہہ سان غالب
 یہ ساجی تصوف ، یہ ترا بیان غالب

تیکوں تاں ولی سمجھدے جو نہ بادہ خوار ہوندا
 بچے مسم ولی جھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا



دل میگوں دیدہ تر یاد آیا
 پر ہے دیدہ تر یاد آیا
 دل کو تیرا ہو یا منہ یاد آیا
 دل جگر تشنہ منہ یاد آیا
 ہر قیامت نہ اجڑے ہی دوسری
 دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز
 دل تیرا دیلا سفر یاد آیا
 پر ترا وقت سفر یاد آیا
 کبھی سادہ ہے دل میں دامنگر
 سادگی ہائے تنہا یعنی
 جیندی دکھری ہے نغمہ یاد آیا
 پر وہ نیز گلاب نغمہ یاد آیا

میں ہاں مجبور اے دل دی حسرت
 مہر داماندگی اے حسرتِ دل !
 دھارڑاں مارنڑتے جگر یاد آیا
 نام کرتا تھا جگر یاد آیا
 خالی ایسہ دینہ وی گذرتاں دینے
 زندگی یوں بھی گذر ہی جاتی
 کیوں تیرا راہ گذر یاد آیا
 کیوں ترا راہ گذر یاد آیا
 نالِ رضواں دے تاں جھپٹا پیاں
 کیا ہی رضواں سے لڑائی ہوگی
 خلد وچ تیرا جو گھر یاد آیا
 گھر ترا حسد میں گر یاد آیا
 کینوں فریاد وی بہت تھیوے
 آہ وہ جراثیم فریاد کس
 دل توں تنگ آئیں جگر یاد آیا
 دل سے تنگ اے جگر یاد آیا

دل تیزے لڑے دو دیند ہے خیال
 پر ترے کوچے کو جاتا ہے خیال
 دل و خجایا تاں ہا پر یاد آیا
 دل غم گشتہ نگر یاد آیا
 ایہ دی ویرانی تاں ویرانی ہے
 کوئی ویرانی سی ویرانی ہے !
 دیکھ ویرانے کوں گھر یاد آیا
 دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا
 چھوٹلا مجنوں دے کیتے جو اسد
 میں نے مجنوں پہ لڑکپن میں اسد
 چائیم پتھر تاں ایہ س یاد آیا
 ننگ اٹایا تھا کہ س یاد آیا



گالھ اُدں پری وِش دی تے ول بیاں اُڑاں
 دُکھ اس پری وِش کا اور پسر بیاں اپنا
 بنو گیا رقیب آخر، ہا جو راز داں اُڑاں
 بن گیا رقیب آخر تھا جو راز داں اپنا
 کیوں شراب او پیندا ڈھیر، غیراں دے ٹچ یارب
 مے وہ کیوں بہت پیتے بزمِ غیریں یارب
 اُج بھویں تاں ہس منظور اُو کوں امتحاں اُڑاں
 اُج ہی ہوا منظور اُن کو امتحاں اپنا

اُچی جاتے ہک منظر، بیا کوئی بٹرا سگدے
 منظر اک بسندی پر ، اور ہم بن سکتے
 عرش توں پرے ہوتا کاشش جو مکاں اُڑاں
 عرش سے ادھر ہوتا کاشش کہ مکان اپنا
 اوکرے ذلیل جتنا ، کھیل تے ایہہ نجیو سوں چا
 دے وہ جن قدر ذلت ہم ہنسی میں تھامیں گے
 چنگاں تھیا سو جائڑوں ہے اوٹا پاسیاں اُڑاں
 بارے آشنا نکلا اُن کا پاسباں اپنا
 درد دل لکھاں کے تیں ونج اوکوں دکھاواں میں
 درد دل کھوں کب تک ، جاؤں ان کو دکھاؤں
 زخمی انگلیں اُڑیاں میں ، خامہ خوں چکاں اُڑاں
 انگلیاں نگار اپنی ، خامہ خوں چکاں اپنا
 گھسیدیں گھسیدیں مٹ دیندا ، تئاں ایہہ اجی بڈیہ
 گھٹے گھٹے مٹ جاتا ، آپ نے سبب بدلا
 ننگ سجدہ توں میڈے ، ننگ آستاں اُڑاں
 ننگ سجدہ سے میرے ، ننگ آستاں اپنا

کر سکتے نہ عنایتی، کر گدھ ہے دشمن کوں
 تاکرے نہ غمنازی، کر لب ہے دشمن کو
 دوست دی شکایت وچ آساں ہم زباں اپڑاں
 دوست کی شکایت میں ہم نے ہم زباں اپنا
 ہا سے دانا کھٹوں دے تے دھائے کہیں کم وچ
 ہم کہاں کے دانا تے، کس ہنر میں یکتا تے
 بے سبب تھیے غالب دشمن آسماں اپڑاں
 بے سبب ہوا غالب دشمن آسماں اپنا



حُسنِ غمِ زے دے کھپاریاں توں جُھٹا میڈے بعد
 حنِ نرے ک کشکش سے چھتا میرے بعد
 کچھ تاں آرام کیتا اہلِ جفا میڈے بعد
 بارے آرام سے ہیں اہلِ جفا میرے بعد
 کوئی چاہت والی کرسی دے دی قابل نہ رہیا
 منصبِ شیفگی کے کوئی قابل نہ رہا
 اپڑیاں عہدیاں توں پیٹے ناز و ادا میڈے بعد
 ہوئی معذرتی ناز و ادا میرے بعد
 دیوا دسے تاں دچوں اُونٹے نکد لہے دھوں
 شمع بجھتی ہے تو اس میں سے نکلتا ہے دھواں
 عشقِ دا شعلہ سیہ پوش تھیا میڈے بعد
 شعلہٗ عشقِ سیہ پوش بُدا میرے بعد

دل قَبْر و نَحْج ہے اہو، حال بتاں تے یعنی
 خوں ہے دل میں احوال بتاں پر یعنی
 ناخوں اُنہاں دے پتے محتاج حنا میڈے بعد
 ان کے ناخن ہوئے محتاج حنا میرے بعد
 جو ہر ظلم کوں ہنتر عرض دی جا نہیں ملدی
 در خواہ عرض نہیں جو ہر بیداد کو جا
 دیداں ہن ناز دیاں سُرمے توں خفا میڈے بعد
 نگہ ناز ہے سرمے سے خفا میرے بعد
 ہنتر جنوں مکلیں داپے اپڑیاں بھیاں یاراں کنوں
 ہے جنوں ، اہل جنوں کے لئے آغوشِ ددائ
 پھاڑ تھیندا ہے گزیباں توں جد امیڈے بعد
 چاک ہوتا ہے گزیباں سے جدا میرے بعد
 ہے کوئی مرد شراب عشق دی پیوے جیڑھا
 کون ہوتا ہے حریف نے مرد اسنگ عشق
 ساتی ول ول ہے کرشید ایہہ صلامیڈے بعد
 ہے مکرو لب ساتی پر صلام میرے بعد

غم کنوں مرداں جو دنیا تے نہیں اچھا کوئی
 غم سے مرنے ہوں کہ اتنا نہیں دنیا میں کوئی
 جو کرے تعزیتِ مرد و مہمیدے بعد
 کہ کرے تعزیتِ مرد و مہمیدے بعد
 رو و نثر آندے بیکے عشق تے ڈا ہڑھا غالب
 آئے ہے بے کسی عشق پہ رونا غالب
 کینڈے گھر ویسی ایہہ سیلاب بلا میڈے بعد
 کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد



ہک عمر ہوئے ٹھڈھی سر کوں اثر ہو دڑتیں
 آہ کو چاہیے اک عسر اثر ہونے تک
 کون جیندے ایس تیزی زلف دے سر ہو دڑتیں
 کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک
 ہر لہر وچ ہے مگر گلچے جو منہ دی گاری
 دام ہر سوچ میں ہے حلقہ صد کام نہنگ
 ڈیکھوں کیا تھیندے ہے قطرے کوں گھر ہو دڑتیں
 دیکھیں کیا گزرے ہے قطرے پہ گھر ہونے تک
 عاشقی منگے صبر، پر ہے تمنا بے تاب
 عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب
 دل دا کیا حال کراں خون جگر ہو دڑتیں
 دل کا کیا رنگ کروں خون جگر ہونے تک

اتاں نیا جو دسارا نہ کریں، ول وی
 ہم نے مانا کہ تم غل نہ کرو گے سیکھی
 ڈھوڑھتی دیوں اساں تیکوں خبر ہو ڈڑتیں
 خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک
 جینویں ڈھپ ڈیوے تریڑاں کوں فنا دی تعلیم
 پر تو خور سے ہے شبہم کو فن کی تعلیم
 میں وی ہاں تیزی عنایت دی نظر ہو ڈڑتیں
 میں بھی ہوں ایک عنایت کی نظر ہونے تک
 پاک نظرتوں نہ سوا ہستی کوں فرصت غافل
 یک نظر بیش نہیں فرصت ہستی غافل
 گرمی مجلس دی وی ہے رقص شر ہو ڈڑتیں
 گرمی بزم ہے اک رقص شر ہوئے تک
 غم ہے ہستی دا اسد، اینداناہ جُز موت علاج
 غم ہستی کا اسد کس سے ہو جُز مرگ علاج
 دیواہر حال سے وچ پلے سحر ہو ڈڑتیں
 ضعیف ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک



اُوں وفا کیتی تاں غیہ راہیوں جفا اُہدے ہن
 کی وفا اس نے تو غیر اس کو جفا کہتے ہیں
 ہوندی آئی ہے جو چٹکیاں کوں بُرا اُہے ہن
 ہوتی آئی ہے کہ اچھوں کو بُرا کہتے ہیں
 آپڑیں دل دی پریشانی اُنہاں کوں اُج تاں
 آج ہم اپنی پریشانی خاطر ان سے
 اکھدے پیسے پر او ڈیکھو جو کیا اُہدے ہن
 کہنے جاتے تو ہیں پر دیکھئے کیا کہتے ہیں
 اگلے وقتاں دے ہن ایہہ لوگ نہ اکھو کچھ دی
 اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو
 مے تے نغے کوں توڑے غم دی دوا اُہے ہن
 جو مے و نغہ کو اندوہ رُبا کہتے ہیں

دل دھج کوئیندے جڈاں ہونڈی ہے فرصت غش توں
 دل میں آجائے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے
 ایں تو دھ کیا پئے تائے کون رسا اہڈے ہن
 اور پھر کون سے تائے کو رسا کہتے ہیں
 ہے پرے حد توں سمجھ اپڑیں تے اپڑاں مسجود
 ہے پرے سرحد اور اک سے اپنا مسجود
 قبلے کون اہل نظر قبلہ نما اہڈے ہن
 قبلے کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں
 زخمی پیراں تے رحم تیکوں جڈاں والے تاں
 پائے انگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے
 کندیاں رہ دیاں کون تیدے ہنر داگھا اہڈے ہن
 خار رہ کو ترے ہم مر کیا کہتے ہیں
 دل دھج ہکے چنگاری تاں اساں کیا ڈر توں
 اک شرد دل میں ہے اس سے کوئی گھبرائے گا کیا
 بجا دی جنہا نکوں طلب ہے تاں ہوا اہڈے ہن
 آگ مطلوب ہے ، ہم کو ، جو ہوا کہتے ہیں

دیکھوں اُس شوخ دی نخوت، دکھندی کیا رنگ
 دیکھئے لاق ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ
 اُوندی ہر گالھتے سبھ منامِ خدا "اے ہیں
 اس کہ ہر بات پر ہم "نامِ خدا" کہتے ہیں
 وحشت و شیفتہ بہتر مرثیہ آکھن شاید
 وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوں شاید
 مرگیا غالبِ آشفۃ نوا آہدے ہیں
 مرگیا غالبِ آشفۃ نوا کہتے ہیں



حیران ہاں جو دل کوں پٹاں یا جگر کوں ہیں
 حیراں ہوں دل کو روؤں کہ بیٹوں جگر کو میں
 ہستی ہوئے تاں نال رکھاں نوحہ گر کوں ہیں
 مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں
 رشک اتنا ہے جو ناں نہ گھناں تیئے گھر داوی
 چھوڑا نہ رشک نے کہ تیرے گھر کا نام لوں
 کدے ونچاں؟ ایہہ اُتھا دواں ہر بشر کوں ہیں
 ہر اک سے پوچھتا ہوں کہ جاؤں کدھر کو میں
 وخنڑاں پیار قیب ہے دُرتے ہزار وار
 جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار
 شالا جو چاڑوا نہ تیڈی رھ گذر کوں ہیں
 اسے کاش جانتا نہ تری رہ گذر کو میں

ہے کیا جو کس تے پدھاں میوں ڈر کہیں دا کیا
 ہے کیا؟ جو کس کے بانڈ چنے، میری بلا ڈرے
 کیا چاٹڑا نہیں ہاں تیسڈی ایں لمر کوں میں
 کیا جانتا نہیں ہوں تمہاری گھر کو میں
 اووی اکھینڈا پے ”جو توں میں ننگ“ سُٹر گھنوں
 نو وہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بے ننگ و نام ہے
 ایہہ کالھ چاٹڑا تاں وٹجینڈا نہ گھر کوں میں
 یہ جانتا اگر تو سٹا نہ گھر کو میں
 ٹڑا ہاں تھوڑی دُور ہراک تیکھے بندے تال
 چلتا ہوں تھوڑی دُور ہراک تیز رو کے ساتھ
 سٹچاٹڑا نہیں ہاں اجاں راہبہ کوں میں
 پہچانتا نہیں ہوں ابھی راہبہ کو میں
 چاہنٹر کوں احمقاں نے تاں پوچھنٹر سمجھ گدھے
 خواہش کو احمقوں نے پرستش دیا قرار
 کیا پوچھا ہاں اوں بت بیداد گر کوں میں
 کیا پوچھا ہوں اس بت بیداد گر کو میں

میں بے خودی توں بھل گیا ہاں یار دی گلی
 پیر بے خودی میں بھول گیا وار کوئے نیار
 دینداں کڈا ہیں تاں اپڑیں خبر کوں میں
 جاتا وگر نہ ایک دن اپنی خبر کو میں
 دُنیاں کوں اپڑیں دانجئے سمجھدا سپاہاں میں
 اپنے پہ کر رہا ہوں قیاس اہل دہر کا
 دل بھاؤنڑیں مڈی ہمیں بھی ہنسے کوں میں
 بھا ہوں دلپذیر متارج مہنر کو میں
 غالب خدا کرے جو دوسے نازاں گھوڑے تے
 غالب خدا کرے کہ سوارے سمنہ ناز
 دیکھاں علی بہادر عالی گہر کوں میں
 دیکھوں علی بہادر عالی گہر کو میں



پانگل بڑی ہیں، مونڈھے تے زُتار وی تاں نہیں
 دیدارگی سے دوش پر زنار ہی نہیں
 سمجھو اسادے کھیسے وی تندتار وی تاں نہیں
 یعنی ہماری ہیبت میں اک تار ہی نہیں
 دیدار دیاں چا حسرتاں کوں دل ڈٹا منوت
 دل کو نیازِ حریت دیدار کو بھکے
 دُٹھاتاں سا کوں طاقت دیدار وی تاں نہیں
 دیکھا تو مسم میں عاقبت دیدار ہی نہیں
 تیزا بلیز جو سہک نہیں تاں ایڑی سوکھ ہے
 مارتا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
 دشوار ہے ماں ایو جو دشوار وی تاں نہیں
 دشوار تو یہی ہے کہ دشوار ہی نہیں

عشقوں ہوا حیا تی وی مگدی نہیں تے اتھاں
 بے عشق عسر کٹ نہیں سکتی ہے اوریاں
 لذت دے کیتے نبھدا ایہہ آزار وی تاں نہیں
 طاقت بقدر لذت آزار ہی نہیں
 گلے تھیوسے مونڈھیاں تے ہے سردا بھار ڈھیر
 شوریدگی کے ہاتھ سے سر ہے وبال دوش
 پدھرے وچ اے حسد کوئی دیوار دی تاں نہیں
 صبرا میں اسے خدا کوئی دیوار ہی نہیں
 غبراں وی دشمنی دے کیتے جاوی کیا پڑے
 گھناہش عداوت اغیار اک طرف
 اتھ ضعف دل ہے اتناں جو ہوس یار وی تاں نہیں
 یاں دل میں ضعف سے ہوس یار ہی نہیں
 دُر زار می توں تے ڈھاڑاں توں مینے خدا کوں مَن
 دُر نالہ ہائے زار نے ، میرے خدا کو مان
 قیدی تھیے کچھی دی ایہہ لفتار وی تاں نہیں
 آہنہ نوائے مرغ گرفتار ہی نہیں

دل وچ جو مال یار دیاں پکاں کھڑا ہواں ہا
 دل میں ہے یار کی صفِ شرکوں سے روکشی
 حال ایہہ جو طاقتِ غمشِ حارومی تاں نہیں
 حالانکہ طاقتِ غمشِ حار بھی نہیں
 ایں سادگی تے کون نہ مر و پتھے اسے خدا
 اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اسے خدا
 لڑا پئے تے ہتھ اوندے تلوارومی تاں نہیں
 لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں
 ڈنڈم اسد کوں خلوت و جلوت دے وچ ہوں
 دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بار بار
 دیوانہ توڑے کیں نہیں تاں ہوشیارومی تاں نہیں
 دیوانہ مگر نہیں ہے تو ہوشیار بھی نہیں



دل جو تھیا، نہ روڑا سلٹھ درد توں بھر نہ آوے کیوں
 دل ہی تو ہے نہ سنگ و سخت درد سے بھر نہ آئے کیوں
 روسوں اساں ہزار دار ساکوں کوئی ڈکھاوے کیوں
 روئیں گے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں
 دیر دی نہیں حرم دی نہیں دروی نہیں آستان فی نہیں
 دیر نہیں، حرم نہیں در نہیں، آستان نہیں
 پیٹھے ہیں رہ گزرا تے ساکوں کوئی اٹھاوے کیوں
 پیٹھے ہیں رہ گزر چہ ہم کوئی ہمیں اٹھائے کیوں
 جڈاں جمال دل فروزا، سراں تے آتے سمجھ کلی
 جب وہ جمال دل فروزا، صورت مسریم روز
 آپ ہوئے نظارہ سوز، پرے سے منہ لکاوے کیوں
 آپ ہی ہو نظارہ سوز، پرے میں منہ چھپائے کیوں

غمرہ کٹاری موت ہے، ناز ہے تیرے بے پناہ !
 دشتِ غمرہ جاں سستاں ، تاو کب ناز ہے پناہ
 بھانپیں بچھاواں رُخ واسے سامنے تیرے آئے کیوں
 تیرا ہی عکس رُخ سے سامنے تیرے آئے کیوں
 قیدِ جیونِ رُخِ غم دی جھل دو ہیں اصل سے کیسے پن
 قیدِ حیات ، بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں
 موت توں پہلے آدمی غم توں نجات پاوے کیوں
 موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پاوے کیوں
 سو ہزاراں تے دل شربِ می تد، رہ گئی بواہوس می شرم
 حسن اور اس پہ حسنِ حسن ، رہ گئی بواہوس کی شرم
 اپریں تے اعتبارِ تاں ، غیر کوں آزماوے کیوں
 اپنے پہ اعتماد ہے عینہ کو آزماوے کیوں
 اُکوں غورِ نازِ دا ، سا کوں وضع واسے لحاظ
 داں وہ غورِ عز و ناز ، یاں یہ حجابِ پاس وضع
 راہ سے فوجِ ملوں کتھاں ، پَرہ سے فوجِ سداوے کیوں
 راہ میں ہم میں کہاں ؟ بزم میں وہ بلاوے کیوں

بھانویں خدا پرست نہیں، بھانویں ادبے وفا، سہی
 ہاں وہ نہیں خدا پرست، جاؤ وہ بے وفا سہی
 پیارا ہے جیکوں دین و مال، اوندی گلی وچ آئے کیوں
 جس کو ہوں دین و دل عزیز، اس کی غلی میں جائے کیوں
 غالب خستہ ہے بغیر، کبھڑھے ٹکٹے پیٹنے کم
 غالب خستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں
 روڈوں تاں زار زار کیا، کروں تاں ہٹے ہٹے کیوں
 روٹھے تار تار کیا، کھنٹے ہٹے ہٹے کیوں



پیونژ دے کیتے دھونداں جو اوسیتن دے پیر
 دھوتا ہوں جب میں پینے کو اس سیم تن کے پانوا
 رکھ دے افس ضد توں گھیل تے باہر لگن دے پیر
 دکھتا ہے منہ سے کھینچ کے باہر لگن کے پانوا
 مویا جو بھولے بھاہے چٹھاں کوہ کن دے پیر
 دی سادگی سے جان ، پڑوں کوہ کن کے پانوا
 ہے ہے ترٹ پٹون ہاتاں اوں مڈھی ن دے پیر
 ہسات ! کیوں نہ ٹوٹ گئے ہیرزن کے پانوا

نیسے جو ہا سے ڈھیر تاں اوندی ہے ایسہ سزا
 بجائے تھے ہم بہت ، سو اس کی سزا ہے یہ
 ہتھی قید ہنر گھینڈے پیسے راہزن دے پیر
 ہو کر اسیر داسبتے ہیں وہ زن کے پانوا
 ملم دی گولہ وچ جو پھر نیسے ہوں پرے
 مرہم کی جستجو میں پھرا ہوں جو دور دور
 تن توں دی دودھ تے زخمی ہن ایں خستہ تن دے پیر
 تن سے سوا نگار ہیں ، اس خستہ تن کے پانوا
 سُنج وچ پھر نژد اشوق تاں دیکھو جو موئیں دی
 اندر سے شوقِ دشت نوردی کہ بعد مرگ
 ہلدے نے خود بخود میڈے اندر کفن دے پیر
 جلتے ہیں خود بخود میرے اندر کنن کے پانوا
 ہے پھل کوں جو شش اتنا بہاراں دا ہر طرف
 ہے جو شش گل بہار میں یاں تک کہ ہر طرف
 اُڑ دیں ہوئیں پے اڑ دے نے مرغ چمن دے پیر
 اُڑتے ہوئے اُجھتے ہیں مرغ چمن کے پانوا

شبِ خواب بچ کھتا ہیں کہیں دو تہاں نہیں گیا؟
 شب کو کسی کے خواب میں آیا نہ ہو کہیں
 اچ دکھ دے پن جو اُوں بتِ نازکِ بدن دے پیر
 دکھتے ہیں آج اس بتِ نازکِ بدن کے پانوں
 غالب نہ کہینوے ہوئے مزا ایں کلام وچ؟
 غالب میرے کلام میں کیوں کر مزا نہ ہو
 پیندا ہاں دھوتے خسرو شیریں سخن دے پیر
 پینا ہوں دھو کے خسرو شیریں کے پانوں



میڈے دکھ توں تیکوں ہے جو بقراری ہائے ہے
 درد سے میرے ہے تجھ کو بقراری ہائے ہائے
 ظالم کہتے ہیں تیری غفلت تے گیارے ہائے ہے
 کیا ہوتی ظالم تری غفلت شعاری ہائے ہائے
 تیرے دل وچ دکھ دے سہوڑ دانہ ہا جو حوصلہ
 تیرے دل میں گر نہ تھا آشوبِ عزم کا حوصلہ
 میڈے دکھ دے کیوں ڈنڈڑوی کیتو کاری ہائے ہے
 تو نے پھر کیوں کی حق میری نگہاری ہائے ہائے

کیوں مینے دکھ دے فٹاؤٹروا پیا تیکوں خیال؟
 کیوں مری ستم خواہگی کا تجھ کو آیا تھا غیاں
 تیزی دشمن بھتی گئی ایسہ دوستداری ہائے ہائے
 دشمن اپنی مٹی میری دوست داری ہائے ہائے
 ساری عمریں دی وفادار تھو تو تانا کیسا بڑیا
 عمر بھر کا تو نے پیمانہ وفا باندھ تو کیا
 ایسہ جیاتی دی تاناں نہیں رہندی جو ساری ہے
 عمر کو بھی تو نہیں ہے بایں داری ہائے ہائے
 زہر گلدے دائراں پانڑیں دی جیاتی دامکیوں
 زہر لگتی ہے مجھے آب و ہوائے زندگی
 نال تینڈے کیتی جین نام زنگاری ہے
 مینے تجھ سے مٹی اسے نال زنگاری ہائے ہائے
 پھل کڈا ہیں ناز جلوے دے کھنڈ تینڈا ہویں توں
 گل فشانے ہائے ناز جلوہ کو یک ہو گیب؟
 ہنڈ کریندیں دھرتی کوں چارتی ساری ہے
 خاک پر ہوتی ہے تیری کارکاری ہائے ہائے

اڑیں بدنامی دے شرموں فوج لکھا ہیں خاک و رچ
 شرم رسانی سے جا بھینا نقابِ خاک میں
 تیں تے ٹک گئی پیار دی بھڑ پر دہ داری ہٹے ہٹے
 ختم ہے لغت کی تجھ پر پردہ داری ہٹے ہٹے
 مل گئی ہے پیار دے وعدے دی لچ مٹی دے فوج
 خاک میں ناموس پہیان جھٹ مل گئی
 اٹھ گئی دنیاں اتوں ہنر رسم یاری ہٹے ہٹے
 اٹھ گئی دنیا سے راہ و رسم یاری ہٹے ہٹے
 کم کنوں بھڑوہ گئے تلوار جو از میثدا ہا
 ہٹے ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
 ہا اچاں دل تے نہ لگیا زخم کاری ہٹے ہٹے
 دل پہ اک گئے نہ پایا زخم کاری ہٹے ہٹے
 نبھ نہیں سگدیاں کالیاں راتیں کہیں کنوں مینہ وایاں
 کس طرح کانے کوئی شب ہٹے تار ہر شگال
 بھاگئی دیدیاں کوں ہے اختر شماری ہٹے ہٹے
 ہے نطنہ خور کردہ اختر شماری ہٹے ہٹے

کن کہتے نہ ہے سینہا، اکھ کہتے نہ ہے جسمال
 گوشِ محسوسم پیامِ وحشم محسوسم جمال
 کلتھا دل تے ناامیدی، بھاری بھاری ہے ہے
 ایک دل بس پر یہ ناامید داری ہٹے ہٹے
 عشق و رنج رلیا نہ ہا غالب اجڑا الفت و ازنگ
 عشق نے پڑا نہ تھا غائب ابھی الفت کا رنگ
 رہ گئے جو دل دے وچ کچھ شوقِ خواری ہے ہے
 رہ گیا تھا دل میں جو کچھ ذوقِ خواری ہٹے ہٹے



عشق تمیکوں میں تاں وحشت ہی سہی
عشق مجھ کو نہیں وحشت ہی سہی

میڈی وحشت، تیڈی شہرت ہی سہی
میری وحشت تیری شہرت ہی سہی

نہ تروڑو ایہہ تعلق میں توں
قطع کیجے نہ تعلق ہم سے

کچھ نہو وے تاں عداوت ہی سہی
کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

میڈے ہانپڑتے ہے کیا بدنامی؟
میرے ہونے میں ہے کیا رسوائی؟

ایہہ تاں مجلس نہیں، ایہہ خلوت ہی سہی
اے وہ مجلس نہیں خلوت ہی سہی

اتنا دشمن تے رنے ہیں تیرے
 ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
 غیر کوں تیرے محبت ہی ہے
 غم کو تجھ سے محبت ہی ہے
 آپڑیں آپ کوں ہووے بھ
 اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھ ہو
 نہیں پتہ کوئی تاں غفلت ہی ہے
 آگہی مگر نہیں غفلت ہی ہے
 دانگے بجلی ہے حیاتی کمدی
 عمر ہر چند کہ ہے برقی منہم
 دل دے بس خون دی فرصت ہی ہے
 دل کے خون کرنے کی فرصت ہی ہے
 کوئی اتنا ہیں دنا کوں چھوڑو؟
 ہم کوئی ترکِ دنا کرتے ہیں؟
 نہ ہے عشق مصیبت ہی ہے
 نہ ہے عشق مصیبت ہی ہے

نظامِ آسمان ! توں دے دے کچھ تاں
 کچھ تو دے اے فلکِ نائنات
 آہ، زاری وی جو رخصت ہی سی
 آہ دسریاں کی رخصت ہی سی
 اتاں وی ساریاں مٹیوں گالیں
 ہم بھی تسیم کی خُو ڈالیں گے
 بے نیازی تیری عادت ہی سی
 بے نیازی تری عادت ہی سی
 یار کون تنگ کر یوں ہیں اسد
 یار سے چھیر چل جائے اسد
 تھینڈا نہیں وصل تاں حسرت ہی سی
 غم نہیں وصل تو حسرت ہی سی



ساکوں تسلی بھیجے جو ابھی نطفہ ملے
 تکیں کہ مہم نہ روئیں جو ذوقِ نطفہ ملے
 حُوراں دے وچ تِساؤ دی وی صورت مگر ملے
 حُورانِ خُلد میں تری صورت مگر ملے
 اپڑیں گلّی نہ کر توں دُفن ہنرِ قتل دے بعد
 اپنی گلّی میں بھسک نہ کرو دُفن بعد قتل
 میڈے پتے توں خلق کوں کیوں تیز اگھر ملے
 میرے پتے سے غنق کو کیوں تیرا گھر ملے
 ساقی گری دی شہم کرو آج نساں اساں
 ساقی گری کی شہم کرو آج ورنہ مہم
 ہر رات پیڈے رہندا ہیں مے جیں قدر ملے
 ہر شب پیا ہی کرتے ہیں مے جس قدر ملے

تیکوں تاں اکھڑاں نہیں کچھ دی اے ندیم
 تجھ سے تو کچھ کام نہیں لیکن اے ندیم
 میڈا سلام آکھیں جتھاں نامہ بر ملے
 میرا سہم کیڑا اگر نامہ بر ملے
 تیکوں اساں ڈکھیسوں جو مجنوں نے کیا کیا
 تم کو بھی ہم دکھائیں کہ مجنوں نے کیا کیا
 درواں ڈکھاں توں ساکوں جو فرصت اگر ملے
 فرصت اگر کشاکشیں منہ پہناں سے گرے
 لازم نہیں جو خضر دے بچپوں ٹرپوؤں اساں
 لازم نہیں کہ غصہ کی ہم پیسہ دی کریں
 بچھوے ہک بزرگ ساکوں ہم سفر ملے
 جانا کہ اک بزرگ ہیں ہم سفر ملے
 وچ یار دی گلی دے وٹنڑ والو ڈیکھڑاں
 اے ساکنین کو چھ دلدار دیکھن
 چتھاں تھاکوں غالبِ آشفۃ سر ملے
 تم کو کہیں جو غالبِ آشفۃ سر ملے



گالھا دل تیکوں تھی گیا کیا ہے؟
 دل نادان تجھے ہوا کیس ہے؟
 آخراں درد دی دوا کیا ہے؟
 آخر اس درد کی دوا کیا ہے؟
 انسان مشتاق ہیں تے او بیزار
 ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
 یا الہی ایہ ماجرا کیا ہے؟
 یا الہی یہ ماجرا کیا ہے؟
 میں وی منہ وچ زبان رکھدا ہاں
 میں بھی منہ میں زبان رکھتا ہوں
 کجھ تاں پچھو جو مدعا کیا ہے؟
 کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے؟

جہاں تیں توں سیانیں کوئی موجود
 جب کہ تجھ ہی نہیں کوئی موجود
 دل ایہ رونق میزے خدا کیا ہے؟
 پھر یہ ہنگامہ اسے خدا کیا ہے؟
 شکلاں والے ایہ لوک کدوؤں آئیں
 یہ ہری چہرہ وگ کیے ہیں؟
 ناز غمزہ تے ایہ ادا کیا ہے؟
 غزہ و عشوہ و ادا کیا ہے؟
 ٹھک والی این لٹ کوں دل کیوں ہے؟
 شکن زلف غنبر کیوں ہے؟
 سُرمے والی نظر دا پچا کیا ہے؟
 نگہ چشم سُرمہ سا کیا ہے؟
 پُھل تے سا دل کتھوں ایہ آئے ہن
 سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
 جھڑ ہے کیا شے تے ایہ ہوا کیا ہے؟
 ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے؟

ساکوں اُوں توں دفا دی ہے اُمید
 ہم کو ان سے دف کی ہے اُمید
 جیڑھانیں چانڑ دا دف کیا ہے؟
 جو نہیں جانتے دف کیا ہے؟
 کر بھلا تیرا دی بھلا تھیںسی
 ہاں بھلا کر ترا بھلا ہر گاہ
 اتناں درویشاں دی صدا کیا ہے؟
 اور درویشاں کی صدا کیا ہے؟
 چند مشربان پیا کر سیندا ہاں
 جان تم پر نشر کرتا ہوں
 میں نہیں چانڑ دا دُعا کیا ہے؟
 میں نہیں جانتا دُعا کیا ہے؟
 میں ایہہ منیا جو کچھ دی نہیں غالب
 میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب
 بے ملوں شے ملے بُرا کیا ہے؟
 مفت ہاتھ آئے تو بُرا کیا ہے؟



دل کوں وُل کوئی بے قراری ہے
 پر کچھ اک دل کو بے ستراہی ہے
 گولھے سینہ جو زحسم کاری ہے
 سینہ جو ٹانے زحسم کاری ہے
 دُل جگر کوں کھنڈا پے تانخوں
 پر جگر کھودنے لگا تانخوں
 امی بجویں فصل لالہ زاری ہے
 امی فصل لالہ زاری ہے
 قبیلہ نظراں نیاز والیاں
 قبیلہ متصیر نگاہ نیاز
 دُل اوہو پردہ تے عتاری ہے
 پر دی پردہ عتاری ہے

جنس رسوائی دیاں دلال اکھیں
 چشم دلال جنس رسوائی
 دل حسہ بیدار شوق خواری ہے
 دل خریدار ذوق خواری ہے
 اوہو سو طرحاں رووڑاں پٹراں
 وہی مددگم ناز فرسائی
 اوہا سو رنگ ہنجد جاری ہے
 وہی مددگوں اشکباری ہے
 نور نازاں بھری تے دل و سکے
 دل ہوائے حسام ناز سے پھر
 دل قیامت دی بے قراری ہے
 مشرستان بے ستاری ہے
 جلوہ نازاں داروز منگدا ہے
 جلوہ پسر عریض ناز کرتا ہے
 وچ بزاراں دے جان واری ہے
 روز بازار جان سپاری ہے

دُل اُونی بے وفا تے مَر دے ہیں
 پھر اسی بے وفا پہ مَر تے ہیں
 دُل اُوہا زندگی چا دھاری ہے
 پھر وہی زندگی مسماری ہے
 در کھیلے ناز دی کپسری دا
 پھر کھدا ہے دیر عدالت ناز
 ڈڈھی زوراں تے فوجداری ہے
 گرم بازار فوجداری ہے
 مچ گیا ہے جہان تے اندھار
 ہو رہا ہے جہان میں اندھیر
 زلف دی دُل سرشتہ داری ہے
 زلف کی پھر سرشتہ داری ہے
 دُل سوالی جگر دے ٹوٹے بہن
 پھر دیا پارہ جگر نے سوال
 میچھی منریاد، آہ تے زاری ہے
 ایک فریاد و آہ و زاری ہے

دل طلب عشق دے گواہ کہیتن
 پھر ہوئے ہیں گواہ عشق طلب
 ہنچوں روو نرودا حکم جاری ہے
 اشک باری کا حکم جاری ہے
 دل تے پلکاں دا جو مقدمہ ہا
 دل و بزرگاں کا جو مقدمہ کا
 دل آج اوندی رو بکاری ہے
 آج پھر اس کی رو بکاری ہے
 مستی ایہ بے وجہ تاں نہیں غالب
 بے خودی بے سبب نہیں غالب
 کچھ تاں ہے جیندی پردہ داری ہے
 کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے



چُھلی توں رہندانی غم، اُوکوں سُر اُٹے نہ بڑے
 لکھتے ہیں ہے عسیم دل اس کو سنائے نہ بنے
 کیا تھیوے گا لہ جتھاں گا لہ بڑا اُٹے نہ بڑے
 کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے
 میں سڈیذاتاں ہاں اُوکوں مگر اے جذبہ دل
 میں بلاتا ہوں اس کو مگر اے جذبہ دل
 اُوکوں متی وُتھے کچھ ای کھی جو بن آئے نہ بڑے
 اس پر بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے
 کھید ہس سمجھیا، متاں چھوڑ ڈیوے، بھل نہ وُتھے
 کہیں کہا ہے کہیں چھوڑ نہ دے، بھول نہ جائے
 ہائے متی وُتھے اینویں میڈے دکھائے نہ بڑے
 کاش یوں بھی ہو کہ بن میرے متائے نہ بنے

غیر پھر دا ہے تیدے خط کوں تاں اینویں گدھی
 غیر پھرتا ہے لئے یوں تیرے خط کو کہ اگر
 کوئی چٹختے جو ایہہ کیا ہے تاں ککائے نہ بڑے
 کوئی پردے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے
 این نزاکت دا بُرا تھیوے چٹکے ہن تاں کیا
 اس نزاکت کا بُرا ہو، وہ بچے ہیں تو کیا
 ہتھاں وچ آئے تاں ہتھ او کوں وی لائے نہ بڑے
 ہتھ آئیں تو انہیں ہتھ لگائے نہ بنے
 آکھ سنگدانیں کوئی جلوہ گری کیندی ہے
 کہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کس کی ہے
 پردہ کیتس چاہیو جا جو ہٹائے نہ بنڑے
 پردہ چھوڑا ہے وہ اس نے کہ اٹھائے نہ بنے
 موت دی راہ نہ دیکھاں ایہہ پن آئے نہ ہے
 موت کی راہ نہ دیکھوں کہ پن آئے نہ ہے
 تیکوں چاہاں جو نہ آویں تاں سدا ئے نہ بڑے
 تم کو چاہوں کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بار اور سرتوں ڈٹھا ہے، جو میں چاواں نہ چھے
 بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اٹھائے نہ اُٹھے
 کم دی او آن پیا ہے جو بڑاٹے نہ بڑے
 کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے
 عشق تے زور میں لگدا ایہہ او بھیا ہے غالب
 عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
 جیڑھی لائیں نہ لگے، جیڑھی بھجائے نہ بڑے
 کہ لٹائے نہ لگے اور بھجائے نہ بنے



ہر کھینڈ ہے باللاں دا ایہہ دُنیا میڈے اکوٹ
 باز بچہ اطفال ہے دنیا میرے آگے
 تھیندا پے ایہہ دُینہ رات تماشا میڈے اکوٹ
 ہوتا ہے شب و روز تماشا میرے آگے
 ہے کھینڈ سلیمان دی گدّی میڈے سیکتے
 اک کھیل ہے اور رنگِ سیماں میرے نزدیک
 کئی گالھ نہیں عیسیٰ دا کرشمہ میڈے اکوٹ
 اک بات ہے اجمانِ سیما میرے آگے
 ایہہ دُنیا دی صورت دی محض ناں دی منینداں
 جز نام نہیں صورتِ عام جے منظور
 ہستی ہے ہر کھ چیز دی دُہما میڈے اکوٹ
 جز دہم نہیں ہستی اشیاء میرے آگے

وچ دھوڑے لکڑا ہے میڈے ہونڈیں ایسہ جگل
 ہوتا ہے نہاں گرد میں صمدا میرے ہوتے
 رگڑنڈا ہے سرخاک تے دریا میڈے اکوٹ
 لھتا ہے جیں خاک پر دریا میرے آگے
 توں کچھ نہ جو کیا حال ہے میڈا تیدے پچھوں
 ست ہونچہ کہ کیا حال ہے میرا تیرے پیچھے
 توں دیکھ جو کیا رنگ ہے تیدا میڈے اکوٹ
 توں دیکھ کہ کہا رنگ تیرا میرے آگے
 سچ ابدے ہو پر کینویں نہ سبھاں وڈا خود کوٹ
 سچ کہتے ہو خود بین و خود آرا ہوں نہ کیوں ہوں
 بیٹھا ہے جو بت آئینہ سیمامیڈے اکوٹ
 بیٹھا ہے بت آئینہ سیمامیرے آگے
 دل دیکھو عجب پھل پئے کر سن میڈے منہ توں
 پھر دیکھئے انداز گل افشان گنفتار
 رکھ دیو دو جو پیمانہ تے صہب میڈے اکوٹ
 رکھ دے کوئی پیمانہ دھبہ میرے آگے

نفرت اگماں پوندے تاں ایہہ رشک چھڑنیاں
 نفرت کاگماں گزرے ہے میں رشک سے گزرا
 تاں اکھاں گھنوکینویں نہ اوند امیڈے اکوٹ
 کیوں کر کہوں "تو نام نہ اُن کا میرے آگے"
 ایمان رکینڈے جو کھنڈر میگوں چھکینڈے
 ایساں بے روکے ہے جو کھینچے ہے بے کفر
 کعبہ میڈے پچھوں ہے کلیسا میڈے اکوٹ
 کعبہ میرے پیچھے ہے ، کلیسا میرے آگے
 عاشق ہاں تے معشوق منیری دا اہم کم
 عاشق ہوں پہ معشوق منیری ہے میرا کام
 مجنوں کوں دی بند اہدی ہے لیلا میڈے اکوٹ
 مجنوں کو بُرا کہتی ہے لیلا میرے آگے
 خوش تھینڈے تاں ہن وصل دے فوج متاں نہیں ویندے
 خوش ہوتے ہیں پر وصل میں یوں مر نہیں جاتے
 ہے رات دی وچھڑن دی تمنا میڈے اکوٹ
 آہ ہے شب بھراں کی تمنا میرے آگے

ہے خونِ دادِ ریا، ایہہ اینویں شالا وگئے پیا
 ہے موجبِ زنِ اکِ تہِزمِ خون، کاشس یہی ہو
 ول آندے اجنڑ ڈیکھو کیا کیا میڈے اکوٹ
 آتا ہے ابھی دیکھے کیس کیا میرے آگے
 ہتھ پھل وی نہیں سگدائے ترس دیاں پین اکھیں
 گو ہاتھ میں جنبش نہیں، آنکھوں میں تو دم ہے
 رہ ونجے اجنڑ سا غر و مینا میڈے اکوٹ
 رہنے دو ابھی سا غر و مینا میرے آگے
 ساڈا ہے کو پیشہ، کو پیالہ، کو راز،
 ہم پیشہ د ہم مشرب د ہم راز ہے میرا
 غالب کوں نہ بد آکھو ہے چنگا میڈے اکوٹ
 غالب کو بُرا کیوں، کو اچھا میرے آگے



پتر مریم دا تھیں کرے کوئی
ابن مریم ہوا کرے کوئی

میں دے دُکھ دی دوا کرے کوئی
میرے دُکھ کی دوا کرے کوئی

شرع قانون مے چلا دے دی
شرع و آئین پر مدار سہی

ایکھے متاقل دا کیا کرے کوئی
ایسے متاقل کا کیا کرے کوئی

چال چینیوں کما نرڈا یک تیر
چال جیسی کرھی کماں کا تیر

لگتے اوں دل تے جا کرے کوئی
دل میں ایسے کے جا کرے کوئی

اُتھ کپیندن زبان بولنڑ تے
 بات پر واں زبان کتنی ہے
 بس او آکھن سُنڑیا کرے کوئی
 وہ کہیں اور سُنّا کرے کوئی
 بکرا پتیاں جنونی وچ کیہ کجھ
 بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا کجھ
 کجھ نہ سمجھے حندا کرے کوئی
 کجھ نہ جکے حندا کرے کوئی
 نہ سُنڑو جو بُرا کوئی آکھے
 نہ سُنو مگر بُرا کے کوئی
 آکھو نہ جو بُرا کرے کوئی
 نہ کہو مگر بُرا کرے کوئی
 روک گھنٹو غلط تڑے کوئی
 روک نو مگر غلط چلے کوئی
 بخش دیو و خطا کرے کوئی
 بخش دو مگر خطا کرے کوئی

کیڑھانیں جو وہ انیں حاجت مند
 کون ہے جو نہیں ہے حاجت مند
 کیٹندی حاجت روا کرے کوئی
 کس کی حاجت روا کرے کوئی
 کیا خضر کیتا ہے سکندر مال؟
 کیا کیا خضر نے سکندر سے؟
 کیوں ہنٹر رہنا کرے کوئی
 اب کسے رہنا کرے کوئی
 نہ توقع رہی چنڈاں غالب
 جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
 کیوں کہیںڈا گلہ کرے کوئی
 کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی



پھوں ہے دُنیا دا عِسم تان شراب کم کیا ہے
 بہت سی عِسم گیتی ، شراب کم کیا ہے
 غلام ساقی کوثر دا ہاں تان عِسم کیا ہے
 غلام ساقی کوثر ہوں مجھ کو عِسم کیا ہے
 تِساڑہ ڈھنگ و طیسرہ اساں مجھ دے ہیں
 تمہاری مسرور دوش جانتے ہیں ہم کیا ہے
 رقیب تے پے کر و لطف ، بیا ستم کیا ہے
 رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے
 کسے تان رات سَدین دُنگے تان سَدین چاناںگ
 کسے تو شب کہیں ، کاشے تو سانپ کھلا دے
 کوئی دُسا دوجوا و زلفِ حِسم بہ خُم کیا ہے
 کوئی بتاؤ کہ وہ زلفِ حِسم بہ خُم کیا ہے

نینگ لکھے جمنزدی گھڑی دے کوئی احکام
 لکھ کرے کوئی احکام طبع مودود
 پتہ ہے کیوں اُتھاں لکھدی پئی قلم کیا ہے
 بے خبر ہے کہ داں جنبش قلم کیا ہے
 نہ حشر و نشر کوں منے ، شرع ، نہ ملت کوں
 نہ حشر و نشر کا قاتل ، نہ کیش و ملت کا
 خدا دے واسطے ایکھے دی ول قسم کیا ہے
 خدا کے واسطے ایسے کی پھر قسم کیا ہے
 ہے شرط یارِ عدل تے کرم کرے نہ تاں
 وہ داد و دید گراں مایہ شرط ہے ہدم
 ہنر کی ہے سلیمانی ، جامِ جسم کیا ہے
 دگر نہ ہنر سلیمان و جامِ جسم کیا ہے
 تیدا قلم ہا سخن وچ بھریشدا بجا غالب
 سخن میں عامۂ غالب کی آتش افشانی
 کروں یقین پرایں وچ رہاوی دم کیا ہے
 یقین ہے ہم کو بھی لیکن اب اس میں دم کیا ہے



ہزاراں خواہشاں ایجھان جو ہر خواہش تے دم نکلے
 ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
 ہٹوں نکلے میڈے ارمان مجھو دل دی کم نکلے
 بست نکلے میرے ارمان یکن پھر ہی کم نکلے
 ڈرے کیوں میذا قاتل اوندی گردن تے کتھاں رہی
 ڈرے کیوں میرا قاتل؟ کیا رہے گا اس کی گردن پر؟
 نماڑیاں اکھیں توں جو خون جیندیں دم بدم نکلے
 وہ خون جو چشم تر سے مہر بھریوں دم بدم نکلے
 ہشتوں بابے آدم داناں نکلے ترسڑے ہسے پر
 نکلتا خلد سے آدم کا نکلے آئے ہیں یکن
 تینے کوپے توں اساں تھی تے ڈٹھے بے بھرم نکلے
 بہت ہے آبرو بد کرے کوپے سے ہم نکلے

ایہ سارا راز کھل ویسی تیز سے قدمی لمبائی دا
 ہر دم کھل جائے غلام تیری قامت کی درازی کا
 جو تیز سے واٹھیں طرے دا غلام ہیچ خم نکلے
 اگر اس مسرہ پڑیچہ دغم کا ، ہیچ دغم نہ نکلے
 جو ادا کوں کوئی لکھوائے تاں خط او میں توں لکھوائے
 مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے
 وقے ویلے دے گھر توں کن تے رکھتے ہیں قلم نکلے
 ہوئی سج اور عمر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے
 تھیاں ایں دو رچ بدناں شراباں پیوڑیاں میڈیاں
 ہوئی اس دور میں منوب مجھ سے بادہ آشای
 تاں ہنڑ آئے زمانہ جگ تے جو دل جام جم نکلے
 پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جام جسم نکلے
 توقع ہی جہاں توں مکے بنجر دی داد پاؤنڑ دی
 ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی
 کٹھئے تلواری غلّی دی اسّاں توں اونہ کم نکلے
 وہ ہم سے بھی زیادہ خستہ تیغ ستم نکلے

محبت فرق رکھ دی نہیں مژدوچ تے نہ جیو مژدوچ
 محبت میں نہیں ہے فرق مرنے اور جینے میں
 اوہیں کون دیکھتے جیندے ہیں جس کا فرتے دم نکلے
 اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کا فر پہ دم نکلے
 ذرا ڈے زور سینے تے او عظام تیریاں نکلے
 ذرا کر زور سینے پر کہ تیسر پرستم نکلے
 جو اونکلے، تاں دل نکلے، جو دل نکلے، تاں دم نکلے
 جو وہ نکلے تو دل نکلے جو دل نکلے تو دم نکلے
 خدا ڈے واسطے پردہ نہ کعبے داتوں چاٹ م
 خدا کے واسطے پردہ نہ کعبہ سے احٹ غلام
 مٹاں اینویں تھیوے جو اتھ وی او کا فر صنم نکلے
 کہیں ایسا نہ ہو یاں بھی وہی کام نہ صنم نکلے
 ہاؤر مینا نے دا غالب تے واسطے ہا، بس ایہہ سمجھو،
 کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واسطے
 اُتھاں اونٹے قدم ہن کل جتھوں ساڈے قدم نکلے
 ہر اتنا جانتے ہیں کس وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے



منظور ہی شکل ایہہ تجسلی کوں نور دی
 منظور حق یہ شکل تجسلی کوں نور کی
 قسمت ایں قد تے رُخ توں کھلی ہے ظہوری
 قسمت کھلی ترے قد و رُخ سے ظہور کی
 بھرے ہوئے اہودے کفن و چ کئی سنگھار
 اک خون چکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
 ٹمک گئی ہے دید تیزے شہیداں تے خوری
 پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی
 واعظ نہ توں پیویں نہ کہیں کوں پلاسٹیں
 واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلاسٹو
 کیا بات ہے تہاڈی شراب ظہور دی
 کیا بات ہے تمہاری شراب عور کی

لڑوا حشر دے وچ پٹے قاتل جو کیوں اُٹھیم
 رٹتا ہے مجھ سے حشر میں متاقل کہ کیوں اٹھا
 گویا نسی سُٹری اجنڑ آواز صوَر دی
 گویا ابھی سنی نہیں آواز صوَر کی
 آمد بہار دی ہے جو بلبل چمکدا ہے
 آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے غنمہ سنج
 اُڈ دی ہوئی خبر ہے زبانی طیسو دی
 اڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیسو کی
 اُتھاں تاں نہیں پُراٹھوں دے کندھے ہوئے تاں ہن
 گمواں نہیں پہ واں کے نکالے ہوئے تو ہیں
 کبے دے نال بُتیاں کوں نسبت ہے دُور دی
 کبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دُور کی
 کیا فرض ہے جو ساریاں کوں بکھوٹے جواب
 کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
 اتاں وی آڈسیر کروں کوہ طور دی
 آڈنہ ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی

تیزی توڑے ہے گالھ وچ اتنی نہ ہووے پر
 گرمی سہی کلام میں لیکن نہ اس مسترد
 جین نال گالھ کیتی تاں کیتی ضروری
 کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی
 غالب جو ایں سفر تے میگوں نال گھن پنچن
 غالب اگر سفر میں مجھے ساتھ لے چلیں
 جج دا ثواب ڈیاں نذر چا حضور دی
 جج کا ثواب نذر کروں گا حضور کی



دکھ درد توں ڈرُو، دلِ ناکام ہوں ہے
 حسرت کھانے میں بودا دلِ ناکام بہت ہے
 بھٹوڑی سے گلغام ہے ایسہ رنج بہوں ہے
 یہ رنج کہ کم ہے سے گلغام بہت ہے
 اُہلے ہوئے ساقی کوں جیا آندی ہے ورنہ
 کہتے ہوئے ساقی سے جیا آتی ہے ورنہ
 اینویں جو میکوں گھر با تہِ جام ہوں ہے
 ہے یوں کہ بے درد تہِ جام بہت ہے
 نہ تیر کمانڑی، نہ ٹلیں بیٹھے شکاری
 تھے تیر کماں میں ہے نہ صیت دیکھیں میں
 ہک پاسے میکوں پتھرے سے آرام ہوں ہے
 گوشے میں قفس کے بے آرام بہت ہے

کیا ڈھکوں مٹاں جو نہ ہووے اور یا وچ
 کیا ڈھک کو مانوں کہ نہ ہو گرچہ ریائی
 عملوں دی جسزاکیتے طمع خام ہوں ہے
 بادشہی علم کی جمع مقام بہت ہے
 رہن سیاستیں سبھے خاص کیڑھی چال تے مخزنے
 ہیں اہل خرد کس روشنی خاص پہ نازاں
 اتھ رساں تے ریتاں دی تاں دُھم دھام ہوں ہے
 پابستگی رسم و رو عام بہت ہے
 زم زم تے چاچھوڑو، میکوں کیا طوف حرم نال
 زم زم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے
 مے نال ایہہ ترجامہ احترام ہوں ہے
 آلودہ بہ سے جائز احرام بہت ہے
 اجترانہ بننے گالھ قہر ہے، چڈاں اوکوں
 ہے قہر کہ اب بھی نہ بنے بات کہ ان کو
 انکار نہیں، میکوں دی تے ابرام ہوں ہے
 انکار نہیں اور مجھے ابرام بہت ہے

بختی خون جگر اکھ توں نہیں دڑھیا اجڑے موت
 خوں ہو کے جگر اکھ سے پٹکا نہیں اسے مرگ
 راہنر دے اتھاں میڈا ہے کم عام پٹوں ہے
 رہنے دے بجے یاں کہ ابھی کام بہت ہے
 ایجھا کوئی ہوسی جو نہ غالب کوں پچھاڑے
 ہو گا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ مارے
 شاعرتاں اوچنگاں ہے تے بدنام پٹوں ہے
 شاعر تو وہ اچھا ہے پر بدنام بہت ہے



کیوں شکرِ کیم نہ یار دے رُخسار دیکھتے
 یوں بن گیا نہ تاب رخِ یار دیکھ کر
 سُرِداں جو اچھاں جیندا ہاں دیدار دیکھتے
 جتنا ہوں اپنی طاقت دیدار دیکھ کر
 آتش پرست مندھے ہیں لوکی جہان دے
 آتش پرست کتے ہیں اہل جہاں بے
 آہیں تے میڈیاں زاریاں دے انگار دیکھتے
 سرِ غم نالہ ہئے شرر بار دیکھ کر

کیا آبرو ہے عشق دی جتھ عام ہے جفن
 کیا آبروئے عشق جہاں عام ہو جفا
 رہنڈاں تیکوں اتھ بے سبب آزار دیکھتے
 ڈکٹا ہوں تم کو بے سبب آزار دیکھ کر
 او آندے میڈے قتل کوں تے جوشِ رشک
 آتا ہے میرے قتل کو پر جوشِ رشک
 مرداں میں ہتھ ڈے ڈیچ اوڈے تلوار دیکھتے
 مرنے ہوں اس کے ہاتھ میں تلوار دیکھ کر
 خلقت دا ہے صراحی دی چمکتے خونِ حق
 ثابت ہوا ہے گردنِ میسٹا پہ خونِ خلق
 کبیدی ہے موج مے تیزی رفتار دیکھتے
 لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھ کر
 حسرت ہے ایہ جو یار نے چھکيا ستم توں ہتھ
 وا حسرتا کر یار نے کھینچا ستم مے ہاتھ
 ساکوں حسریں لذتِ آزار دیکھتے
 ہم کو حسریں لذتِ آزار دیکھ کر

وک دیندے بیسے آپ فی سوتے سخن دے نال
 بک جاتے ہیں ہم آپ متاع سخن کے ساتھ
 اوں جیہا پر چلاک خریدار دیکھتے
 لیکن عیار میں حسدیار دیکھ کر
 جھنوں کوں بدھتے تہی چاسودا ترپیں کوں تروڑ
 زتار باندھ ، بھڑ مسد دانہ توڑ ڈال
 ہر شخص تروڑے راہ کوں ہموار دیکھتے
 رہرو چنے ہے راہ کو ہموار دیکھ کر
 چھالیاں کنوں میں پیراں دے گھبرا گیا تا ہم
 ان آہوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
 دل خوش تھیا ہے راہ کوں پُر خار دیکھتے
 جی خوش ہوا ہے راہ کو پُر خار دیکھ کر
 ہے ودھتے بدگمان جو شیشے دے وچ میدے
 کیا بدگمان ہے مجھ سے کہ آئینے میں مرے
 طوطی دا عکس سمجھیا ہں زنگار دیکھتے
 جوطی کا عکس مجھے ہے زنگار دیکھ کر

دھاوے ہا میں تے بجلی غبلی نہ طور تے
 گرنی تھی ہم پہ برق غبلی نہ طور پر
 دیندین شراب بھانڈا تے مے خوار دیکھتے
 دیتے ہیں بادہ غریب قدح خوار دیکھ کر
 سرکوں بھینٹاؤں غالب شوریدہ حال دا
 سر پھوٹا وہ غالب شوریدہ حال کا
 یاد آگیا ہم تیزی ایسہ دیوار دیکھتے
 یاد آگیا جے تری دیوار دیکھ کر

میری لائبریری کی چند مقبول مطبوعات

4.00	جلد	1.75	اکبر اساسی	ادب اور تعصب
"	"	1.00	مولانا ظفر علی خان	جواہر ریزے
				اردو کا بہترین انشائی ادب
15.00	"	7.50	مرتب ڈاکٹر وحید قریشی	غبار خاطر
9.00	"	4.50	ابوالکلام آزاد	تذکرہ
8.00	"	4.50	ابوالکلام آزاد	ادب کا تنقیدی مطالعہ، ڈاکٹر سلام سندیلوی
6.00	"	2.50	تنقیدی مضامین (اصناف شعر) عابد علی عابد	مباح ادب
6.00	"	3.00	اظہر زہدی	مطالعہ سرشار
6.00	"	3.00	مرتب ڈاکٹر احراز نقوی	پنجابی ادب کی مختصر تاریخ احمد حسین قریشی
9.00	"	6.00	مرتب محمد خان اشرف	مطالعہ ولی
4.00	"	1.75	دیوان ولی، محمد خان اشرف، حسرت موہانی	دیوان مصطفیٰ
5.00	"	2.25	فراق، حسرت موہانی	دیوان آتش
6.00	"	3.00	وحید قریشی، حسرت موہانی	دیوان جرأت
3.50	"	1.75	حسن عسکری، حسرت موہانی	دیوان غالب (اردو) مقدمے اور شرح کے ساتھ
6.00	"	3.00	دیوان غالب (فارسی) مرتب وزیر الحسن عابدی	انتخاب شاہب
5.00	"	2.25	مرتب سید اختر عباس	روشن نگارش (فارسی)
15.00	"	10.00	کاظم رجوی	غالب دیان غزلاں مترجم دلشاد کلانچوی
		0.50	مرتب سید اختر عباس	اورنسٹ ہیٹنگوے (تنقیدی مطالعہ)
		0.50	کاظم رجوی	ولیم فاکنر (")
3.50	"	1.75	مترجم سلیم الرحمان	لذت آوارگی (دیوان)
2.75	"	1.75	"	سفر دی رات (پنجابی کلام)
2.75	"	1.75	"	میدان عمل (ناول)
		5.00	ای۔ ڈی اظہر	منشی پریم چند مقدمہ خواجہ محمد زکریا
2.00	"		منیر نیازی	زاد راہ (الساے) منشی پریم چند
8.00	"	5.50		مقدمہ خواجہ محمد زکریا
5.00	"	2.25		

مرزا اسد اللہ خان غالب

ولادت : آکرہ ۱۷۹۶ء

وفات : دہلی ۱۸۶۹ء



ابتدائی تعلیم آکرہ میں باقی ، نوعمری میں دلی چلے آئے۔ بچپن اٹنے تلنے میں بسر ہوا۔ زیادہ تر مالی اعتبار سے پریشان اور اس لئے فخرخوار رہے۔

اردو شاعری میں ایک نئے طرز کے بانی مانے جاتے ہیں۔ ان کے مضامین میں کھربانی اور کیرانی ہے۔ ان کے خیالات میں بلندی اور طرفگی ہے اور شوخی ہے۔



مترجم بہ خلشاد کلانجوی ، بہ مارچ ۱۹۱۶ء کو بہاول پور میں پیدا ہوئے۔ صادق ایمرٹن کلچ سے بی۔ اے اور اسلامیہ کلچ لاہور سے ایم۔ اے کیا۔ آغاز ملازمت سے تعلیم و تدریس سے منسلک رہے ہیں۔ آج کل گورنمنٹ کلچ ڈیپارٹمنٹ لاہور کے ہونسلر ہیں۔ آپ اردو اور سرائیکی (بہاولپوری) کے اچھے ادیب اور شاعر ہیں۔ معاشیات کے استاذ اور مصنف بھی ہیں۔ آپ کے بیان میں خلوص اور سادگی ہے۔

میری لائبریری — مستی بھی — معیاری بھی